GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

Mushtaq Ahmed Yousufi: A Legendary Sartist

مشتاق احمد یوسفی: ایک عہد ساز مزاح نگار

Muhammad Din
Lecturer Govt Islamia Graduate College Kasur
Dr. Nazia Sahar
Assistant Professor Department of Urdu Islamia College Peshawar
Syed Azwar Abbas
Lecturer Department of Urdu Hazara University Mansehra

Abstract

Musthaq Ahmed Yousufi was a great humorist and satirist of Urdu language. He had a rich literary career for almost 60 years. There is a limited research work, available on this literary giant and it is necessary to start research on various aspects of his writings. This article is a critical review of his all of books. In this article his humorist style is studied and variant techniques are specially discussed which are key points for his grandeur. After having study this article one can easily get introduced with his style and techniques.

Key Words: literature, humour, Art, Language, Sarcasm, Contemporary situation.

مشتاق احمد یوسفی بلاشبہ اردو کے مزاحیہ ادب کی آبرو ہیں اور آزادی کے بعد منظر عام پر آنے والے اردو طنز و مزاح نگاروں میں مشتاق احمد یوسفی کا نام سرِ فہرست ہے۔ اردو میں مزاح کے ارکان ثلاثہ فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی اور پطرس بخاری کے نام ایک ساتھ لیے جاتے ہیں لیکن یوسفی کے ہاں نہ صرف ان تینوں اسالیب کا اجتماع ملتا ہے بلکہ اردو نثر میں طنز و مزاح کی جو روایت ان تینوں نے قائم کی تھی اس معیار کو قائم اور برقرار رکھنے والے صرف مشتاق احمد یوسفی ہی نظر آتے ہیں۔

مشتاق احمد یوسفی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز انگریزی مضامین سے کیا۔ یہ مضامین شائع بھی ہوئے لیکن کچھ عرصے بعد انہوں نے اردو میں مشتاق احمد کے نام سے لکھنا شروع کیا۔ اردو میں سب سے پہلا مضمون انہوں نے " صنفِ لاغر " کے نام سے تحریر کیا اور ان کا یہ

مضمون ''سویرا'' لاہور کے ۵۵۹۱ء کے شمار نمبر ۳۲ میں اشاعت پذیر ہوا۔ان کے طنز ومزاح کا اولین مجموعہ " چراغ تلے " ۱۶۹۱ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ وہ دور تھا جب پاکستانی معاشرے پر سیاست اور مارشل لاء کے سیاہ بادل منڈلا رہے تھے۔اس لیے عصری ماحول میں جہاں سماعیتں بہری اور بصارتیں اندھی ہو جاتی ہیں اور وہ ماحول جہاں زبان پر مہر لگ جاتی ہے۔انہوں نے مزاح کے انداز میں اصلاحِ معاشرہ کی بھرپور کوشش کی،چراغ تلے کے دیباچے ''پہلا پتھر'' میں لکھتے ہیں

'' اس سے بھی غرض نہیں کہ اس خندہ مکرر سے میرے سوا کسی اور کی اصلاح بھی ہوتی ہے یا نہیں۔۔۔بڑا کام یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی اصلاح کرے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کم از کم دنیا سے ایک بدمعاش کم ہو جائے گا۔میری رائے میں جس شخص کو پہلا پتھر پھینکتے وقت اپنا سر یاد نہیں رہتا،اسے دوسروں پر پتھر پھینکنے کا حق نہیں۔''۱

یوسفی کے اس مجموعے کی زینت اس کے ۲۱ باغ و بہار مضامین اور ایک جاندار مقدمہ ہے جو انہوں نے اپنے ہی اوپر چلایا ہے۔چراغ تلے کا کوئی بھی مضمون کمزور نہیں۔طنز و ظرافت کی کسوٹی پر یہ تمام مضامین پورے اترتے ہیں۔اردو کی مزاحیہ نثر میں خوش قسمتی سے یہ پہلا مجموعہ ظرافت ہے۔جس کو اس کی افضیلت اور برتری کا شرف حاصل ہے۔یوسفی کی اس کتاب کا بہاریہ مقدمہ اور اس کے مضامین (پڑیے گر بیمار،کافی،یادش بخیریا،موذی،سنہء،جنون لطیفہ،چارپائی اور کلچر،آنا گھر میں مرغیوں کا،کرکٹ،صنف لاغر،موسموں کا شہر،کاغذی ہے پیراہن)۔

اردو کی مزاحیہ نثر میں شاہکار اضافے کا درجہ رکھتے ہیں۔انہوں نے اپنے ان مضامین میں روایتی مزاح سے ہٹنے کی کوشش کی ہے۔جیسا کہ ''پہلا پتھر'' میں یوسفی صاحب لکھتے ہیں۔

'' فاضل مقدمہ نگار کا ایک پیغمبرانہ فرض یہ بھی ہے کہ وہ دلائل و نظائر سے ثابت کر دے کہ اس کتاب مستطاب کے طلوع ہونے سے قبل ادب کا نقشہ مسدس کے عرب جیسا تھا

ادب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا

جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا۔۲

چراغ تلے کے اسلوب کے بارے میں نامی انصاری لکھتے ہیں

'' ان کی اس ابتدائی کاوش میں بھی اردو کی رسومیاتی مزاح نگاری سے ہٹ کر چیزے دگر کا احساس ہوتا ہے۔یہ ضرور ہے کہ ان کی ابتدائی تحریروں میں کہیں ان کے دو قد آور پیشرووں،پطرس بخاری اور رشید احمد صدیقی کا ہلکا سا پرتو نظر آتا ہے۔مگر ان کی بعد کی تحریروں میں یہ اثرات معدوم ہو گئے ہیں اور خود ان کا اپنا انتہائی توانا اور جاندار اسلوب آب و تاب سے ابھرا ہے۔'' ۳

خاکم بدہن'' مشتاق احمد یوسفی کی دوسری کتاب ہے یہ کتاب ۱۹۶۹ء میں منظر عام پر آئی یہ کتاب کل آٹھ خاکوں اور مزاحیوں (صبغے اینڈ سنز، سیزر، ماتاہری اور مرزا، بارے آلو کا کچھ بیاں ہو جائے، پروفیسر، ہوئے مرکے ہم جو رسوا، ہل اسٹیشن، بائی فوکل کلب، چند تصویر بتاں) اور ایک بے حد پر لطف دیباچے ''دستِ زلیخا'' پر مشتمل ہے۔ یہ اردو مزاح کی ایک شاہکار کتاب ہے اور اس کو آدم جی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ یوسفی صاحب کی تصنیفات کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ان کی کتابوں کے مقدمے اتنے دلچسپ اور پُرمزاح ہوتے ہیں کہ جزوِ کتاب لگتے ہیں۔ ان مقدموں میں یوسفی وجہہ تصنیف و تالیف ہی بیان نہیں کرتے بلکہ اپنے اور زمانے کے تعلق سے بڑی معنی خیز اور فکر انگیز باتیں ہنسی ہنسی میں بیان کر جاتے ہیں۔ ان مقدموں میں یوسفی نے فن طنز و مزاح پر بھی قلم فرسائی کی ہے اور ان مقدموں کے مطالعہ سے قاری پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یوسفی مزاح کے جوہروں سے پوری طرح واقف ہیں اور بین الاقوامی ادب پر ان

وہ خاکم بدہن کے مقدمے ''دستِ زلیخا'' میں لکھتے ہیں۔

حسِ مزاح ہی دراصل انسان کی چھٹی حس ہے یہ ہو تو انسان ہر مقام سے آسانی سے گزر جاتا ہے''

بے نشہ کس کو طاقت آشوبِ آگہی۔'' ۴؎

یوسفی کا مزاح شگفتگی، ہمدردانہ شعور اور فنی اظہار کے بانکپن سے عبارت ہے۔ ''خاکم بدہن'' کے ہر خاکے اور مزاحیے میں یہ خصوصیت ہر جگہ نمایاں ہے۔ وہ ''صبغے اینڈ سنز'' ہو ''ہل اسٹیشن'' ''بائی فوکل کلب'' ہو یا ''ہوئے مرکے ہم جو رسوا'' ہر مضمون میں ان کے ذہانت، حاضر دماغی اور ذکاوت دل نواز، ادب کے پیرائے کے جلو میں دامن دل کھینچتی ملتی ہے۔

یوسفی کی اس کتاب کے بارے میں نامی انصاری لکھتے ہیں۔

خاکم بدہن کے مضامین میں یوسفی کی پہلی تصنیف ''چراغ تلے'' کے مقابلے میں زیادہ وسعت، گہرائی اور رنگارنگی ہے۔ اس میں انسانی نفسیات کا'' مطالعہ زیادہ نکھر کر سامنے آیا ہے۔ کہیں کہیں مزاح میں فلسفے کی ہلکی آمیزش کر کے اسے اور زیادہ پُروقار بنا دیا گیا ہے مگر یہ مزاح صرف خواص کے لیے ہے۔ جو لوگ اردو شعر و ادب کی روایات اور اسالیب کے رمز وشناس نہیں ہیں وہ یوسفی کے مزاح سے کماحقہ لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔'' ۵؎

مشتاق احمد یوسفی کی تیسری کتاب ''زر گزشت'' ہے۔ یہ کتاب ۱۹۷۶ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کو یوسفی صاحب نے اپنی سوانح عمری سے تعبیر کیا ہے۔ اس کتاب میں کل گیارہ ابواب اور ایک شگفتہ دیباچہ ''تزکِ یوسفی'' شامل ہے۔ اس سوانح عمری کا ایک ایک پڑاؤ اپنے آپ میں اتنا دلچسپ، مکمل اور مضحک ہے کہ چراغوں کی قطار کا سا گمان ہوتا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر اشفاق ورک رقم طراز ہیں۔

یہ کتاب جناب یوسفی کی بنک کی ملازمت کے چند سال کے احوال کی نہایت شگفتہ داستان ہے'' ۶؎''

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

زر گزشت میں ان درجنوں افراد کے خاکے بھی شامل ہیں جن سے بینکنگ کیریئر کے ابتدائی دنوں میں ان کی آویزش رہی۔ خاص طور پر بنک کے انگریز جنرل مینجر اینڈرسن کا خاکہ ہے جو یوسفی نے اپنے عمیق نفسیاتی مطالعے کے بطن سے برآمد کیا ہے۔

یوسفی کی ''زر گزشت'' اس لحاظ سے خصوصی توجہ کی مستحق ہے کہ اس کا مزاح نہایت محنت، سلیقے اور ذہانت سے ترتیب دیا گیا ہے، مگر مصنف کی تخلیقی صلاحیت اتنی زور آور ہے کہ اس نے آورد میں آمد کا سا لطف پیدا کر دیا ہے۔ یہ کتاب اردو کے مزاحیہ ادب میں ایک بہت اہم اور بڑا اضافہ ہے۔ یوسفی نے کوشش کر کے اس کی ہر سطر، ہر پیرا، ہر صفحہ اور ہر باب دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے اور اگر یہ عیب ہے تو اس عیب میں سب سے بڑا ہنر یہ ہے کہ یوسفی اپنی کوشش میں سو فیصدی کامیاب ہے۔ یوسفی نے اس کتاب میں فن مزاح نگاری کے ترکش کا کم و بیش ہر تیر استعمال کیا ہے۔

اردو نثر اور مزاح کی شاہکار کتاب ''آب گم'' مشتاق احمد یوسفی کی چوتھی کتاب ہے یہ کتاب ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی اس میں کل پانچ مضامین/خاکے/افسانے/ یاداشتیں یا ناول اور آپ بیتی کے ابواب (حویلی، اسکول، ماسٹر کا خواب، کار، کابلی والا اور الہ دین کے چراغ، شہر دو قصہ۔ دھیرج گنج کا پہلا یادگار مشاعرہ) شامل ہیں۔ اور ایک نہایت معنی خیز پس و پیش لفظ ''غنودیم غنودیم'' پر مشتمل ہے۔

یوسفی صاحب نے اس کا موضوع ماضی پرستی قرار دیا ہے۔ آب گم مشتاق احمد یوسفی کا وہ ادبی کارنامہ ہے جس میں ان کا فکر و فن اپنے انتہائی نقطعہ عروج پر نظر آتا ہے۔ یہ کتاب بلاشبہ ان کے سابقہ کتابوں سے ہر معاملے میں آگے ہے۔ موضوعات، واقعات اور شخصیات کی انفرادیت اور طنز و مزاح کے ممکنہ حربوں کے ساتھ ساتھ دردمندی اور کسک کی آنچ نے اسے دو آتشہ بنا دیا ہے۔

آب گم کے بارے میں ڈاکٹر مظہر احمد لکھتے ہیں۔

آب گم کی اہم خصوصیت مصنف کی دردمندی، انسان دوستی، کرداروں کی نفسیاتی تجزیہ نگاری اور ناسٹلجیا کی کیفیت اور خود اپنے آپ پر ہنسنے کا حوصلہ'' ہیں۔ اس کتاب میں کئی مقام ایسے آتے ہیں کہ یوسفی کا قلم مزاح کے شگوفے کھلانے کے ساتھ ساتھ درد انگیز قنوطیت کا شکار ہونے لگتا ہے۔ ماضی پرستی، مردم بیزاری اور کربناک انجام نے اس کتاب کو دو آتشہ بنا دیا ہے۔'' ۷

شام شعر یاراں'' مشتاق احمد یوسفی کی آخری اور بھرپور کتاب ہے۔ اس کتاب میں کل انیس مضامین/خاکے/ یاداشتیں اور بعض تقریباتی'' تحریریں شامل ہیں۔ یوسفی صاحب کی صحت کے مسائل کی وجہ سے اس کا انتساب کسی کے نام نہ ہو سکا۔ قبل ازیں یوسفی صاحب کے ہاں ہر مجموعہ میں انتساب کی رسم نہایت سلیقے سے ادا ہوتی رہی ہے۔

یوسفی کی یہ کتاب مزاح کے فن کا ایک پختہ نمونہ ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ اردو مزاح اب جاگیرداری زمانے کی اوائلی مغربیت کے اسٹیج سے گزر کر بالائی متوسط طبقے کی کنگلک سطح، مشاہدہ اور استغراق تک آ پہنچا ہے۔

مشتاق احمد یوسفی ایک مسکراتا ہوا فلسفی، ایک سحر طراز داستان گو اور سچے موتیوں سے بھرا ہوا مزاح کا گہرا سمندر ہے۔ اس نے جو کتاب لکھی، ادب میں ظرافت کا روشن مینار تسلیم کی گئی۔ اس کا مزاح آدمی کو خوشی سے نہال اور آگہی سے مالا مال کرتا ہے۔ ان کا مزاح ذائقے میں چوکھا اور فلسفے میں اونچا ہے۔ شستگی اس مزاح کا جوہر ہے اور اس میں ہمیں اس طرح کی خود کلامی ملتی ہے جیسے کسی ڈائری میں ہوتی ہے۔ یوسفی کا طرز بیاں سر تا سر ادبیت، ذہانت اور برجستگی میں ڈوبا ہے۔

یوسفی کے اس مزاحیہ اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ لکھتے ہیں۔

”یوسفی کی مخصوص زبان، ان کا تفلسف و تفکر (جو دانش زیست اور بذلہ سنجی کی وجہ سے ”قول“ بن جانے کی صلاحیت رکھتا ہے) ہنسی ہنسی میں پتے کی بات کہہ جانا اور ادبی تلمیحات، ان کے اسلوب کو ایک ممتاز، منفرد اور پورے اردو مزاح کی تاریخ میں ایک قطعی جداگانہ رنگ دیتے ہیں“[۸]

طنز و مزاح کے لیے بات کرنے کا فن آنا ضروری ہے۔ یوسفی کو بات کرنے کا فن بخوبی آتا ہے۔ وہ بات میں سے بات نکالتے ہیں اور یہ سلسلہ چل نکلتا ہے۔ ان کے ہاں انتشار ذہنی اور پراگندہ خیالی نہیں ہے۔ ان کی باتیں مربوط اور تسلسل لیے ہوتی ہیں۔ محسوس نہیں ہوتا کہ کہیں حشو و زوائد سے کام لیا گیا ہے۔ بات سے بات پیدا کرنے کی وجہ سے ان کے بعض مضامین طویل ہیں لیکن سلجھے ہوئے انداز اور شگفتہ مزاح کی وجہ سے وہ قارئین کی توجہ سمیٹے رہتے ہیں۔ مثلاً یہ اقتباس دیکھیے مرنے اور ڈوب مرنے سے کیا بات پیدا کی گئی ہے۔

مرحوم کے ایک شناسا اور میرے پڑوسی ان کے لڑکے کو صبر جمیل کی تلقین اور گول مول الفاظ میں نعم البدل کی دعا دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ ”برخوردار یہ مرحوم کے مرنے کے دن نہیں تھے حالاں کہ پانچ منٹ پہلے یہی صاحب، جی ہاں یہی صاحب مجھ سے کہہ رہے تھے کہ مرحوم نے پانچ سال قبل دونوں بیویوں کو اپنے تیسرے سہرے کی بہاریں دکھائی تھیں اور یہ ان کے مرنے کے نہیں ڈوب مرنے کے دن تھے۔“[9]

یوسفی کی خصوصیت یہ ہے کہ تخلیق کے دوران قاری کی نفسیات ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی ہے۔ مزاح نگار کی ایک بڑی مشکل یہ بھی ہے کہ اسے اپنے فکر و خیال سے زیادہ قاری یا مخاطب کے مطالعے اور ذہانت کی سطح بھی ملحوظ ہوتی ہے۔ اگر مصنف، قاری اور متن تینوں ایک ہی خط مستقیم پر نہ ہو تو تحریر مزاح کے بنیادی جوہر سے خالی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس موہوم نقطہ اشتراک کی تلاش میں مصنف کو ہر لحظہ اپنے متن کی سطح پر نظر ثانی کرنی ہوتی ہے۔ یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ ذہنی تصویر کی کن وقفوں کو مخاطب اپنے مشاہدے اور معلومات کی روشنی میں پر کر سکتا ہے۔ اور تحریر کس حد تک قاری کی معیت میں چل کر اسے صحیح سمت میں دور تک کسی ذہنی سفر کے لیے آزاد چھوڑ سکتی ہے۔ یوسفی کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ مزاح نگار ہونے کے ساتھ ہی علمی سطح پر اس فن کا پختہ شعور رکھتے ہیں اور اس کی پیچیدگیوں سے باخوبی آگاہ ہیں۔

یوسفی صاحب سچے اور کھرے مزاح نگار ہیں وہ مقلد نہیں بلکہ مجتہد ہیں۔اجتہاد بندے کو جرات بھی دیتا ہے اور جسارت بھی۔یوسفی کے ہاں دونوں چیزیں ہیں وہ حرارت سے اشیاء کی لایعینت دیکھتے ہیں اور جسارت سے اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔یوسفی کی زبان نک سک سے درست ہے۔وہ زبان اور قواعد کے خلاف ورزی سے پرہیز کرتے ہیں۔عموماً مزاح نگاروں نے زبان اور قواعد کی خلاف ورزی کو اپنا حق سمجھ لیا ہے۔

یوسفی خود لکھتے ہیں۔

آج کل بعض اہل قلم بڑی کوشش اور کاوش سے غلط لکھ رہے ہیں۔کبھی کبھار بے دھیانی میں صحیح زبان لکھ جائیں تو اور بات ہے۔بھول چوک کس سے نہیں ہوتی۔'' ۱۰

یوسفی نے اپنی تحریر میں جس بات پر غیر معمولی توجہ صرف کی ہے وہ نثر کا اسٹائل اور لفظوں کا حسن انتخاب ہے۔جملوں کی نحوی ساخت،الفاظ کی باہمی ترتیب اور ان کا صوتی آہنگ یوسفی کے نزدیک تحریر کی بنیادی شرط ہے۔جملوں کے مختلف اجزاء کے درمیان باہمی کشش اور انجذاب کی یہ کیفیف ان کی عبارتوں کو ایک واحدے اور اکائی میں تبدیل کر دیتی ہے۔

مشتاق احمد یوسفی کی زبان میں قواعد کی درستی کے علاوہ شستگی اور بے ساختگی ہے۔ان کے فقرے رواں، تہہ دار اور طرحدار ہوتے ہیں۔ان کا رخ صراط مستقیم پر نہیں ہوتا بلکہ دائیں بائیں خوبصورتی سے وار کر کے آگے نکل جاتے ہیں۔

پروفیسر سرورق پر کسی ایکٹرس کے بجائے اپنی تصویر پر دیکھ کر بھونچکارہ گئے سب سے تکلیف دے بات یہ تھی کہ تصویر ان سے ملتی تھی۔'' ۱۱''

یوسفی کے طنز و مزاح کے فن اور فقرات کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں۔

یوسفی اسلوب نگر کے بادشاہ ہیں اور صحیح معنوں میں فقرہ ساز مزاح نگار ہیں۔فقرات میں پھلجھڑیوں کی مالا ہوتی ہے۔خالص مزاح اور تمید آمیز طنز کا'' فنکارانہ امتزاج انہی کے ہاں ملتا ہے۔''۱۲

مزاح کا ایک حربہ مزاحیہ تشبیہ ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وجہ شبہ کافی واضح ہو اور مشبہ بہ حقیر شے ہو، پھبتی نئی ہو۔یوسفی کے ہاں بھی نئی سے نئی تشبہات ملتی ہیں۔مثلاً

ہمارے ہاں مراد آباد اور کانپور میں رشتے ناتے ابلی ہوئی سویوں کے طرح الجھے اور پیچ در پیچ گھتے ہوتے ہیں''۔۱۳''

مزاح پیدا کرنے کا ایک طریقہ قول محال کا استعمال بھی ہے۔قول محال سے مراد کلام میں دو یا دو سے زیادہ متناقص چیزوں کا مشترکہ بیان ہے۔یوسفی کے مزاح میں قول محال کا استعمال نہایت خوبصورتی سے ملتا ہے۔مثلاً

لوگ ہمیں مرزا کا ہمدم و ہمراز ہی نہیں بلکہ ہمزاد بھی کہتے ہیں۔'' ۱۴''

مشتاق احمد یوسفی کے طنز ومزاح کا ایک سب سے کامیاب، موثر اور ناقابل فراموش حربہ، ان کی پیروڈیاں ہیں۔ان کی تمام کتب میں یہ پیروڈیاں نگینوں کی طرح جگمگاتی نظر آتی ہیں۔ پیروڈی ایک ایسی صنف ہے جس میں کسی سنجیدہ نظم یا نثر پارے کو لفظی الٹ پھیر کے ذریعے مضحک بنادیا جاتاہے۔ایک مشتاق پیروڈی نگار کی طرح یوسفی جانتے ہیں کہ پیروڈی مشہور اور منفرد اشعار اور مصروں کی جانی چاہیے اس لیے ان کے ہاں مرزا غالب کے مصرعوں کی پیروڈیاں بکثرت ملتی ہیں۔

زر گزشت کے باب ''ناٹک'' سے ایک بے ساختہ اور برجستہ پیروڈی دیکھیے۔

رقص کے لباس کے معاملے میں انار کلی کی چھوٹی بہن ثریا اور بھی اختصار پسند واقع ہوئی تھی۔''

سینۂ ہمشیر سے باہر ہے دم ہمشیر کا۔'' ۱۵

یوسفی صاحب کے ہاں تفصیل کے بجائے اختصار ہے۔کیونکہ ایک اچھا مزاح نگار تفصیل کے بکھیڑوں میں نہیں پڑ سکتا وہ اختصار ہیں بہت کچھ کہہ جاتا ہے۔ان کے مزاح میں جدت ہے وہ پرانے خیالات کو پاجامہ نہیں پہناتے۔ان کے ہاں اسلوب اور خیالات ہر شے میں تازگی نظر آتی ہے۔

غرض مشتاق احمد یوسفی طنز ومزاح کے ان تمام نشتروں سے کام لیتے ہیں جن سے جدید انگریزی اور امریکی مزاح نویسوں نے کام لیا ہے۔

موازنہ، مبالغہ، لفظی ایہام گوئی، تحریف، تقلیب، ان تمام فنون مزاح سے لیس ہو کر وہ میدان میں اترتے ہیں اور پھر ان کے قاری کے لیے ہنسنے کے علاوہ کوئی راہِ فرار نظر نہیں آتی۔عام طور پر ان کے مزاح آمیز طنز کی کاٹ دودھاری تلوار کی طرح ہوتی ہے بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زد پر کوئی اور ہے اور چوٹ کسی اور کے لگی ہے مثلاً

موزی'' میں وہ اپنے کردار ''مرزا'' کی تاویلات کی عادت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں''

مرزا کرتے وہی ہیں جو ان کا دل چاہیے۔لیکن اس کی تاویل عجیب وغریب کرتے ہیں۔ صحیح بات کو غلط دلائل سے ثابت کرنے کا یہ ناقابل رشک ملکہ'' شاذونادر ہی مردوں کے حصے میں آتا ہے۔'' ۱۶

یوسفی کا طنز زیادہ تر مزاح میں ڈوب جاتا ہے۔وہ چوٹ نہیں مارتے، ہنسا کر خوش کردینا چاہتے ہیں، اس لیے وہ جس چیز کو بھی پیش کرتے ہیں، ہمیں اس سے بے پناہ ہمدردی ہو جاتی ہے اور مزاح کا آخری حاصل یہ ہی ہے۔مشتاق احمد یوسفی نے مزاح نگاری کو ایک نئی دنیا بسادی ہے۔ایک ایسی دنیا جس میں یوسفی کا مزاح ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔

یوسفی کے فن کے بارے میں رضیہ فصیح احمد لکھتی ہیں

یوسفی صاحب کے تجربات میں گہرائی اور عجب رنگارنگی ہے ان کی تحریریں اس بات کی گواہ ہیں کہ ان کا مطالعہ اور دارالمطالعہ ضرور رسیع ہیں۔'' ۱۷''

مشتاق احمد یوسفی کا زندگی اور زمانے کا مطالعہ گہرائی اور گیرائی کا حامل ہے انہوں نے زندگی کے مختلف پہلووں کا باریک بینی کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ادبی، معاشی، سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی موضوعات پر انہوں نے دل کھول کر لکھا ہے۔ کہیں طنز ہے، کہیں مزاح اور کہیں دونوں کا امتزاج ہے۔ لیکن جہاں صرف طنز ہے یا طنز کا پلہ بھاری ہے وہاں نہ ناصحانہ انداز ہے اور نہ تلخی محسوس ہوتی ہے، وہاں سطحیت یا پھکڑ پن کا احساس نہ ہو گا بلکہ ہر جگہ رکھ رکھاو اور خوش سلیقگی ملے گی۔ عالمانہ انداز، باغ و بہار اسلوب، شعر و ادب کی کلاسیکی اور موقر روایات سے جو عصر حاضر کے کسی بھی طنز و مزاح نگار کے مقابلے میں مشتاق احمد یوسفی کے ہاں بہت زیادہ ہے۔ ان کے مضامین سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لیے اعلیٰ ادبی ذوق، شعر و ادب کے سرمایہ پر گہری نظر اور لغت سے کماحقہ وقفیت ضروری ہے۔ مشتاق احمد یوسفی ہمارے مزاحیہ ادب کی آبرو ہیں

ان کے فن اور شخصیت کے بارے میں ڈاکٹر زاہد منیر عامر کی رائے حتمی ہے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

وہ محض مزاح نگار نہیں بلکہ ایک دانش ور نثر نگار ہیں۔ یوں تو مزاح نگار، زندگی کے مضحک پہلوؤں کو ابھار کر قاری کو خندہ زن کرتا ہے لیکن ایسے" محسوس ہوتا ہے کہ یوسفی صاحب اپنے نثر پاروں کے ذریعے اس سے بڑھ کر ایک تہذیب کا احیا چاہتے ہیں۔ اسی لیے وہ اپنی تحریروں کو دائرہ مزاح میں رکھنے کے بجائے انہیں سیدھی سادی سنجیدہ اور نارمل تحریریں قرار دیتے ہیں جنہیں لوگ مزاح سمجھ لیتے ہیں۔ وہ خود ایک مہذب اور شائستہ انسان تھے، ان کی تحریریں علم، ادب، تہذیب اور زبان کے تال میل سے جنم لیتی ہیں۔"۱۸

حواشی

مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، حیدر آباد: انڈیا، حسامی بک ڈپو، ۱۹۸۴ء، ص ۶

مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، حیدر آباد: انڈیا، حسامی بک ڈپو، ۱۹۸۴ء، ص ۷

نامی انصاری، آزادی کے بعد اردو نثر میں طنز و مزاح، دہلی: معیار پبلی کیشنز دسمبر ۱۹۹۷ء، ص ۷۸

مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، ادبی دنیا اردو بازار دہلی: اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۹

نامی انصاری، آزادی کے بعد اردو نثر میں طنز و مزاح، دہلی: معیار پبلی کیشنز دسمبر ۱۹۹۷ء، ص ۷۹

ڈاکٹر اشفاق ورک، عالم میں انتخاب، نیشنل بک فاونڈیشن، اسلام آباد: مئی ۲۰۱۵ء، ص ۶۱

ڈاکٹر مظہر احمد، نگار خانہ یوسفی، مشمولہ، کچھ یادیں، کچھ باتیں، مرتبہ امر شاہد، جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۸ء، ص ۲۵۰

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی و سماجی پس منظر، انجمن ترقی اردو، کراچی: ۱۹۹۷ء، ص ۳۹۵

مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، ادبی دنیا اردو بازار دہلی: اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۱۱۹

مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، ادبی دنیا اردو بازار دہلی: اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۱۱

GUMAN گمان
VOL 7, ISSUE 4, 2024
E(ISSN) 2709-4162, P(ISSN) 2709-4154
https://guman.com.pk/index.php/GUMAN

ڈاکٹراشفاق ورک،عالم میں انتخاب، نیشنل بک فاونڈیشن،اسلام آباد: مئی ۵۱۰۲ء،ص ۵۹

سلیم آختر،ڈاکٹر،اردوادب کی مختصر ترین تاریخ،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور: ۳۱۰۲ء،ص ۲۸۶

مشتاق احمد یوسفی،آب گم،مکتبہ دانیال،کراچی: ۰۹۹۱ء ص ۲۳

مشتاق احمد یوسفی،خاکم بدہن،ادبی دنیا اردو بازار دہلی: اپریل ۳۷۹۱ء،ص ۰۴

مشتاق احمد یوسفی،زرگزشت،راہی کتاب گھر،دہلی،انڈیا،۰۰۰۲ء ص ۹۵۲

مشتاق احمد یوسفی،چراغ تلے،حیدر آباد،انڈیا: حسامی بک ڈپو،۴۸۹۱ء،ص ۳۶

رضیہ فصیح احمد،مشتاق یوسفی، مشمولہ،کچھ یادیں،کچھ باتیں،مرتبہ امر شاہد،جہلم: بک کانز،۸۱۰۲ء،ص ۸۱۷

۸۱۔ زاہد منیر عامر ڈاکٹر،کیاعہدِ یوسفی ختم ہوگیا،۴جولائی،۸۱۰۲ء،روزنامہ نئی بات،لاہور